بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غوث العباد

فی

اثبات المیلاد

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس رسالہ میں میلاد شریف کرنے کے فوائد اور
دلائل اور صلوٰۃ و سلام و قیام کا ثبوت اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کے نور مبارک اور تشریف آوری کا تفصیلی بیان اور بارہ
ربیع الاول شریف کے دن جلوس نکالنے کا مدلل و محقق از
قرآن و احادیث اور فقہ اسلامی سے ثبوت الموسوم بہ

غوث العباد
فی
ابحاث المیلاد

مولفہ: شیخ التفسیر علامہ مفتی حافظ محمد فیض احمد صاحب
اویسی رضوی مہتمم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۝ اَمَّا بَعْدُ

وجہ تالیف

رسالہ "تنشیط النفوس الزکیہ" کی نظر ثانی کے موقعہ پر مولانا حافظ غلام غوث صاحب اویسی خطیب جامع مسجد باب البحر کراچی نے فرمایا کہ رسالہ ہذا میں چند اضافے اور ضروری ہیں جن میں میلاد شریف کے برکات اور اس کی ہیئت کذائیہ کے جواز کے دلائل اور نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت اور سلام و قیام کے متعلق بھی چند حوالہ جات درج ہوں۔ غرضیکہ میلاد شریف کے تقریباً تمام متعلقات رسالہ ہذا میں آجائیں تاکہ میلاد شریف کے منکرین کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ فقیر عدیم الفرصتی کے باوجود رحیم یار خان کے مختلف تقریبات کے جلسہ جات کی چند گھڑیوں میں رسالہ کی ترتیب شروع کر دی جو بفضلہ تعالیٰ چند نشستوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اور مولانا موصوف کے نام کی مناسبت سے اس رسالہ کا نام غوث العباد فی ابحاث المیلاد تجویز کرتا ہوں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم — فقط والسلام

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ دار العلوم
جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور۔ حال وارد قصبہ بدلی شریف
ضلع رحیم یار خان۔ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ بروز بدھ

تمہید

منجملہ ابحاث دیگر یہ یاد رہنا چاہئے کہ ہم اہلسنت میلاد شریف کی مجلس کیوں منعقد کرتے ہیں وہ اس لئے کہ ربیع الاول کا وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آفتاب نبوت ماہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع فرما کر اپنی ضیا پاشیوں سے تمام عالم کو منور فرمایا جس کے عالم وجود میں آتے ہی کفر و ضلالت کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور کائنات کا کونہ کونہ بقعۂ نور بن گیا۔ دنیا پر ترقی کے دروازے کھل گئے وہ لوگ جو بجائے انسانوں کے جانور اور درندے بن چکے تھے کمال انسانیت کے مرتبے پر فائز ہو کر اخلاق و اعمال کے پیکر بن گئے ؎

بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر رشک خضر بنا دیا — رہزنوں کو دی ندا بن گئے شمع رہبری
تیرے کرم نے ڈال دی طرح خلوص بندگی — تیرے غضب نے بند کی رسم و رہ ستمگری
تیری پیغمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے — وحشت خوردوں کو دیا تو نے شکوہ قیصری

فرزندان توحید اس دن کو یاد کر کے سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ عقیدت و تحفہ صلوٰۃ و سلام پیش کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔ بعض بدبخت ایسے بھی ہیں جو خود تو ایسی سعادت سے محروم ہوتے ہیں لیکن دوسرے اہل اسلام کو بھی روکتے ہیں نہ صرف روکتے ہیں بلکہ قرآن و حدیث کی آڑ لے کر طرح طرح کی شر انگیزیاں کرتے ہیں۔ ہم نے اس رسالہ میں ان کے اعتراضات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے پہلے ہم میلاد شریف کے برکات عرض کریں گے اس کے بعد سلام و قیام کے دلائل پھر حضور علیہ السلام کی نورانیت کی تفصیل بعد ازاں بارہ ربیع الاول کے دن جلوس نکالنے کے متعلق تفصیلی گفتگو کریں گے۔

فقط والسلام

برکات وفوائد میلاد شریف

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی پیدائش کے وقت ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے آکر ابولہب کو خبر دی کہ تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے ہیں، ابولہب سن کر اتنا خوش ہوا کہ انگلی کا اشارہ کر کے کہنے لگا، ثویبہ جا آج سے تو آزاد ہے۔ سب مسلمان جانتے ہیں کہ ابولہب سخت کافر تھا قرآن پاک میں پوری سورۃ تبت یدا ابی لہب اس کی مذمت میں موجود ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کرنے کا جو فائدہ اس کو ہوا وہ بخاری شریف میں یوں مروی ہے

فلما مات ابولہب اُریہ بعض اھلہ بشر حیبۃ قال لہ ماذا لقیت قال ابولہب لم الق بعدکم خیرا انی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ (بخاری شریف)

کہ جب ابولہب مرا تو اس کے گھر والوں (حضرت) عباس) نے اسکو خواب میں بہت برے حال میں دیکھا، پوچھا کیا گزری؟ ابولہب نے کہا تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی ہاں مجھے اس (کلمہ کی) انگلی سے پانی ملتا ہے (جس سے میرے عذاب میں) تخفیف ہو جاتی ہے) کیونکہ میں نے انگلی کے اشارہ سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

حضرت علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فتح الباری ص۱۱ ج ۹ میں لکھتے ہیں کہ

ذکر السہیلی ان العباس قال لما مات ابولہب رأیتہ فی منامی بعد حول فی شر حال فقال ما لقیت بعدکم

امام سہیلی نے ذکر کیا کہ حضرت عباس رضی [illegible] فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تم

سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے حضرت عباس فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اس کو اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔

[illegible] العذاب [illegible] یخفف عنی فی کل یوم الاثنین وذالک [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] یوم الاثنین وکانت [illegible] ثویبۃ بشرت ابولہب بمولدہ [illegible] فاعتقہا۔

غور کرو کہ ابولہب کافر تھا، ہم مومن، وہ دشمن، ہم غلام، اس نے بھتیجے کی [illegible] خوشی کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی وجہ سے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ولادت کی خوشی کرتے ہیں۔ جب دشمن اور کافر کو خوشی کرنے کا اتنا فائدہ پہنچ رہا ہے تو غلاموں کو کتنا فائدہ پہنچے گا

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

[illegible] شاہ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

در یں جا سند است مر اہل موالید را کہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ [illegible] سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی [illegible] ابولہب [illegible] بسرور میلاد [illegible] و بذل شیر جاریہ وے بجہت [illegible] تا حال مسلمان [illegible] بمحبت و سرور و بذل در وے

اس واقعہ میں میلاد شریف کرنے والوں کی روشن دلیل ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب کافر تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس

چہ باشد و لیکن باید کہ از بدعتہا کہ عوام احداث کردہ اند از تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد۔

(مدارج النبوت ص ۔)

مسلمان کا کیا حال ہوگا جو صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں محبت سے بھرپور ہو کر مال خرچ کرتا ہے اور میلاد شریف کرتا ہے لیکن چاہئے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں گانے اور حرام باجوں وغیرہ سے خالی ہو۔

حافظ الحدیث علامہ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اسی ابولہب کے واقعہ کو لکھ کر فرماتے ہیں۔

فما حال المسلم الموحد من امتہ علیہ السلام الذی یسر بمولدہ ویبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم جنات النعیم۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۳۹)

کہ جب کافر ابولہب ولادت کی خوشی کرنے سے انعام پا گیا تو اس موحد مسلمان کا کیا حال ہے جو آپ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتا ہے (فرماتے ہیں) میری جان کی قسم اللہ کریم کی طرف سے اس کی جزا ہو گی کہ اللہ کریم اپنے فضل عمیم سے اس کو جنات نعیم میں داخل فرمائے گا۔

علامہ امام احمد بن محمد القسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ میلاد شریف سے متعلق فرماتے ہیں۔

ولا زال اہل الاسلام یحتفلون بشہر مولدہ علیہ الصلوۃ والسلام ویعملون الولائم ویتصدقون

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور

فی لیالیہ بانواع الصدقات ویظہرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عمیم ومما جرب من خواصہ انہ امان فی ذلک العام وبشری عاجلۃ بنیل البغیۃ والمرام فرحم اللہ امرأ اتخذ لیالی شہر مولدہ المبارک اعیادا لیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض

(زرقانی علی المواہب ص ۱۳۹)

کے ساتھ کھانے پکانے اور دعوتیں کرتے اور ان راتوں میں قسم قسم کے صدقے و خیرات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپ کے میلاد شریف کے پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں چنانچہ ان پر اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کے لئے حفظ و امان کا سال ہو جاتا ہے اور میلاد شریف کرنے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت نازل فرمائے جنہے میلاد کی مبارک راتوں کو خوشی و مسرت کی عیدیں بنالیا تاکہ یہ میلاد مبارک کی عیدیں سخت ترین علت و مصیبت ہو جائے اس پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔

(ف) امام قسطلانی کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ ماہ ربیع الاول میں میلاد کی محفلوں کے منعقد کرنے، ذکر میلاد کرنا کھانے پکا کر دعوتیں کرنا قسم قسم کے صدقے و خیرات کرنا، خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، نیک کاموں میں زیادتی کرنا ہمیشہ سے اسلام کا طریقہ رہا ہے اور ان امور کی بدولت ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور اس

کی برکتوں کا ظہور ہوتا ہے محفل میلاد کی برکتوں سے سارا سال امن و امان سے
گزرتا ہے اور دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور ماہ میلاد کی راتوں کو عید منانے والوں
پر اللہ کی رحمتیں ہوں اور ربیع الاول شریف کی یہ خوشیاں اور عیدیں ان لوگوں
کے لئے سخت مصیبت ہیں جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری ہے، اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں امام قسطلانی پر
بلا شبہ حق اور سچ فرمایا۔ باقی فوائد و فضائل فقیر کے رسالۂ "المیلاد" میں ہیں۔

اس سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے (۱) میلاد شریف (ربیع الاول)
میں انعقاد محفل میلاد اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے (۲) کھانے پکانے کا اہتمام اور
انواع و اقسام کے خیرات و صدقات ماہ میلاد کی راتوں میں اہل اسلام ہمیشہ
سے کرتے رہے ہیں (۳) ماہ ربیع الاول میں خوشی و مسرت کا اظہار شعار مسلمین ہے
(۴) ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا طریقہ چلا
آرہا ہے (۵) ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرات میلاد پاک کا
اہتمام خاص کرنا مسلمانوں کا محبوب طرز عمل رہا ہے (۶) میلاد کی برکتوں سے
میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے
(۷) محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافل
میلاد منعقد کی جائیں تو وہ تمام سال امن و امان سے گزرتا ہے (۸) انعقاد
محافل میلاد مقصود و مطلب پانے کے لئے جلد آنے والی خوشخبری ہے (۹) میلاد
مبارک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے اہل ہیں (۱۰)
ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا اور ماہ میلاد کی ہر رات کو
عید منانا ان لوگوں کے لئے سخت مصیبت ہے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور
عداوت رسول کی بیماری ہے۔

۹

رسالۂ سلام و قیام

ہم اہلسنت میلاد شریف بلکہ ہر تقریر کے بعد سلام و قیام کرتے ہیں اس پر
بھی مخالفین کو اعتراض ہے۔ حالانکہ محفل میلاد میں ذکر ولادت کے وقت کھڑے
ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام
پیش کرنا باعث رحمت و برکت اور اجر و ثواب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی
النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا
علیہ وسلموا تسلیما ٥
(قرآن)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے
ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے ایمان
والو! نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تم بھی
درود و سلام بھیجو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو کام کرنے کا حکم
دیا ہے۔ ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا، دوسرا سلام بھیجنا۔
غور کیجئے کہ صلوا کے بعد تصلیۃ مفعول مطلق نہیں فرمایا اور وسلموا کے بعد تسلیما
مفعول مطلق بیان فرما کر سلام کے پڑھنے میں تاکید فرمادی کہ سلام ضرور پڑھنا
کیونکہ مفعول مطلق کی اصل غرض تاکید ہے چونکہ خدائے تعالیٰ عالم الغیب ہے
وہ جانتا تھا کہ سلام پڑھنے کے منکرین، اور پڑھنے والوں کو روکنے والے
پیدا ہونگے اس لئے اس نے ایمان والوں کو تاکیداً حکم دیا کہ ایمان والو منکر
چاہے کچھ کہیں لیکن تم سلام ضرور پڑھنا اور بار بار پڑھنا بحمد اللہ تعالیٰ مومنین
اس حکم الٰہی کی تعمیل دل و جان سے کر کے بے شمار رحمتیں و برکتیں حاصل کرتے
ہیں کیونکہ صلوٰۃ و سلام کا فرمان ایمان والوں کے حصے میں ہے

صلوٰۃ وسلام کے فضائل از احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم اس حالت میں تشریف لائے کہ چہرہ اقدس سے خوشی و مسرت کے آثار خاص طور پر نمایاں تھے ۔ فرمایا میں اس وجہ سے مسرور ہوں کہ میرے پاس حضرت جبرئیل امین آئے اور

فقال ان ربک یقول اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرا ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشرا فقلت بلی ۔

(نسائی ۔ دارمی ۔ احمد ۔ مشکوٰۃ صـ۸۶ ۔ کنز العمال صـ۱۸۱/۲)

انھوں نے کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اس پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کی امت کا کوئی شخص آپ پر درود بھیجے تو میں اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجوں گا اور آپ کی امت کا کوئی شخص آپ پر سلام بھیجے تو میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا (فرمایا) میں نے کہا کیوں نہیں (میں اس پر راضی ہوں)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص آپ پر درود اور سلام ایک ایک مرتبہ بھیجتا ہے اس پر دس مرتبہ اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور دس مرتبہ اس پر اللہ سلام بھیجتا ہے ۔

اور کنز العمال میں انہی سے روایت ہے اس میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص آپ پر درود پڑھے گا میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار درود پڑھیں گے اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار سلام بھیجیں گے ۔ صـ۱۸۱/۲ ۔

معلوم ہوا کہ درود وسلام پڑھنے والوں پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ کے بے شمار فرشتے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں ۔

(۲) حضرت ابن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من سلم علی عشرا فکانما اعتق رقبۃ

(شفا شریف صـ۶۷ ج۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر دس مرتبہ سلام بھیجا ایسا ہے کہ جیسے اس نے بردہ آزاد کیا ۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امحق للذنوب من الماء البارد للنار والسلام علیہ افضل من عتق الرقاب

(شفا شریف صـ۶۹ ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے ۔ اور آپ پر سلام پڑھنا بردہ آزاد کرنے سے افضل ہے ۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام

(مشکوٰۃ شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بہت سے فرشتے زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ملائکہ سیاحین سلام پڑھنے والوں کی تلاش کرتے ہیں اور پھر ان کا سلام بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کرتے ہیں ۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یسلم علیّ فی شرق ولا غرب الا انا وملائکۃ ربی نرد علیہ السلام

(جلاء الافہام ابن قیم ص۳۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان مشرق و مغرب میں ایسا نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجے مگر میں اور میرے رب کے فرشتے اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر وہ مسلمان جو آپ کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے فرشتے اس کو جواب سلام سے مشرف فرماتے ہیں۔

(ف) قرآن کریم کی ایک آیت اور چند احادیث مبارکہ سے صلوٰۃ و سلام کا محبوب و مطلوب ہونا اور اس کے پڑھنے سے بے شمار اجر و ثواب کا ملنا ثابت ہوا۔

چہ جائیکہ ایسے مبارک فعل کو بدعت و شرک کہا جائے اور مسلمانوں کو خیر کثیر سے روکا جائے۔ مودبانہ تعظیماً دست بستہ کھڑے ہو کر سلام پڑھنا تو یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے، اور آپ کی تعظیم بحکم رب العلمین ہم پر واجب ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و تعزروہ و توقروہ ان کی تعظیم و توقیر کرو۔

چنانچہ علامہ سید احمد زینی دحلان مکی اپنی کتاب درر سنیہ میں فرماتے ہیں

(۲) ومن تعظیمہ صلی اللہ علیہ الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراءۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم

شب ولادت میں اظہار فرحت کرنا اور میلاد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے

(۳) علامہ عثمان بن حسن محدث دمیاطی اپنے رسالے "اثبات قیام" میں فرماتے ہیں۔

القیام عند ذکر ولادۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم امر لا شک فی استحبابہ واستحسانہ وندبہ یحصل لفاعلہ من الثواب الاوفر والخیر الاکبر لانہ تعظیم النبی الکریم ذی الخلق العظیم الذی اخرجنا اللہ بہ من ظلمات الکفر الی الایمان وخلصنا اللہ من نار الجہل الی جنات المعارف والایقان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب و مستحسن و مندوب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور قیام کرنے والے کو ثواب کثیر و فضل کبیر حاصل ہوگا کیونکہ یہ قیام تعظیم ہے اس کی تعظیم اس نبی کریم صاحب خلق عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب سے ہمیں دوزخ جہل سے بچا کر جنت معرفت و یقین میں داخل فرمایا

اس کے بعد بہت سے دلائل نقل کرکے فرمایا

قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام المذکور وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔

بلاشبہ امت محمدیہ کے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

(۴) علامہ سید جعفر برزنجی اپنے رسالے عقد الجواہر میں فرماتے ہیں

قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ الشریفۃ ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ

بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ایسے ائمہ نے بہتر سمجھا جو صاحب روایت و درایت تھے تو شادمانی اس کے لئے جس کا انتہائی مقصود حضور

مرحباً۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

(۵) علامہ علی بن برہان الدین حلبی اپنی کتاب "انسان العیون المعروف بسیرت الحلبیہ" میں فرماتے ہیں۔

قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وتابعہ علی ذالک مشائخ الاسلام فی عصرہ۔

بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک کے ذکر کے وقت قیام کرنا امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پایا گیا ہے جو اس مرحومہ امت کے عالم دین اور تقویٰ میں اماموں کے امام ہیں اور اس قیام پر ان کے زمانے کے مشائخ اسلام نے ان کی متابعت کی ہے

(۶) علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی مفتی حنفیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں

القیام عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم استحسنہ جمع من السلف فھو بدعۃ حسنۃ۔

ذکر میلاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنے کو جماعت سلف نے مستحسن کہا تو وہ بدعت حسنہ ہے۔

(۷) علامہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی مفتی مالکیہ فرماتے ہیں۔

استحسنہ کثیر من العلماء وھو حسن لما یجب علینا تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس قیام کو بہت سے علماء نے مستحسن رکھا اور وہ بہتر ہے کیونکہ ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے

(۸) علامہ مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ فرماتے ہیں۔

نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ یحضر روحانیتہ علیہ السلام

ہاں ذکر ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام فرض ہے کیونکہ روح اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے

صلی اللہ علیہ وسلم اذ یحضر روحانیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذالک یجب التعظیم و القیام۔

پس اس وقت قیام و تعظیم لازم ہوا

(۹) امام اجل فقیہ محدث سراج العلماء مولانا عبداللہ سراج مفتی حنفیہ فرماتے ہیں۔

کوارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ والحکام من غیر نکیر منکر ورد راد ولھذا کان حسناً ومن یستحق التعظیم غیر صلی اللہ علیہ وسلم ویکفی اثر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مارآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن

یہ قیام بڑے بڑے اماموں میں برابر چلا آرہا ہے اور اسے ائمہ وحکام نے برقرار رکھا اور کسی نے رد و انکار نہ کیا لہٰذا مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ علیہ کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جو چیز مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

اسی طرح علامہ مفتی عمر بن ابی بکر شافعی اور سید المحققین مولانا احمد بن زین شافعی اور مدرس مسجد نبوی مولانا محمد بن محمد عرب شافعی اور مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی رحمہم اللہ نے اس قیام کے مستحب و مستحسن ہونے کی تصریح فرمائی ہے اس مضمون اور ان تمام باتوں کی نفیس تحقیق کے لئے دیکھو رسالہ "اقامۃ القیامہ" مصنفہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی۔

یہ تمام ائمہ اور اکابر علماء اور چاروں مذہب کے مفتیان کرام تعظیماً کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو مستحب و مستحسن فرما رہے ہیں اور سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اب اگر اس قیام تعظیمی کو شرک و بدعت کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا شرک و بدعت ہے تو سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ ؎

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(۱۰) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے، ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولود شریف، اگر بوجہ آنے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر اس سردار عالم و عالمیان روحی فداہ کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا (امداد المشتاق ص)

نیز فرماتے ہیں، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں (امداد المشتاق)

دیکھئے جناب حاجی صاحب فرما رہے ہیں کہ قیام مولود شریف سے روکنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور قیام کے وقت آپ کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ آپ تشریف لا سکتے ہیں۔

اب اگر قیام میلاد کو شرک و بدعت کہا جائے تو شرک و بدعت خیر کثیر کہنے والا کون ہوگا

اور اس کو پیر و مرشد ماننے والے کون ہونگے؟

(۱۱) امت محمدیہ جلیل القدر عالم امام تقی الدین سبکی جو دین اور تقویٰ میں ائمہ کے مقتدا ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام سبکی کے پاس ان کے ہم عصر علماء بکثرت جمع ہوئے ایک مداح رسول نے سرکار کی مدح میں صرصری کا یہ شعر پڑھا کہ

"اگر چاندی پر سونے کے حروف سے بہترین کاتب آقا کی مدح لکھے تب بھی کم ہے۔ بے شک عزت و شرف والے لوگ آپ کا ذکر جمیل سن کر صف بستہ قیام کرتے ہیں یا گھٹنوں پر دو زانو ہو جاتے ہیں"

یہ اشعار سن کر امام سبکی کھڑے ہوگئے اور ان کے ساتھ تمام اہل مجلس مشائخ و علماء بھی کھڑے ہوگئے۔ اس وقت بڑا انس حاصل ہوا مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور اس قسم کے واقعات مشائخ علماء کی اقتداء کے بارے میں کافی ہوتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام مذکور اور ان کے ہم عصر مشائخ کی اقتداء کافی ہے۔ بالکل یہی مضمون علامہ شیخ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان شریف میں ارقام فرمایا۔

نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا بیان

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ جَاءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝

(ترجمہ) اے لوگو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا ہے اور ان کے پاس کتاب مبین یعنی قرآن مجید ہے۔

اس آیت میں لفظ نور سے تمام مفسرین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد لی ہے اور بعض لوگوں نے جو یہاں پر نور سے بھی قرآن اور کتاب سے بھی قرآن کا قول لیا ہے وہ معتزلہ ہیں چنانچہ اسی آیت کے تحت صاحب روح المعانی نے تصریح فرمائی۔

علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں فرمایا ہے۔

" نور اور کتاب دونوں سے قرآن مراد لینا ضعیف ہے کیونکہ عطف سے معطوف علیہ میں مغایرت کا ہونا ضروری ہے۔

ہمارا عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم دنیا میں تشریف لانے سے قبل بھی وصف نبوت سے موصوف اور جمیع عوالم کے نبی برحق تھے چنانچہ آیت ہذا میں بھی یہی اشارہ ہے

[illegible] جا اگر ماضی ہے اور گذشتہ دور میں کہیں تھے اور اب تشریف لائے [illegible] قاعدہ ہے کہ آنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ آنے والے مقام [illegible] علاوہ ہو جیسے کوئی لاہور سے کراچی آئے تو کراچی والے یہی سمجھیں گے [illegible] والے کے رہنے کا کوئی اور مقام ہے۔ اسی طرح بلا تمثیل یوں سمجھئے کہ [illegible] تعالیٰ نے فرمایا من اللہ اللہ تعالیٰ سے آئے اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان [illegible] سے پاک ہے۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ آپ کسی دوسرے [illegible] تشریف لائے ہیں اب اصل نتیجہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود [illegible] کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں چنانچہ اس کے متعلق ذیل کی چند احادیث ہیں۔

(۱) — عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

(جواہر البحار وغیرہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ آپ کی نبوت کب سے ہے تو آپ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم اپنی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(۲) عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ [illegible] عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ [illegible] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [illegible] نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ [illegible] آدَمَ بِاَرْبَعَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ

(جواہر البحار ص ۱۱۰۳)

اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی امام زین العابدین کے بزرگوں سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے بصورت نور اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود تھا۔

رف پہلی اور اس روایت میں اختلاف نہیں بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر کے مختلف اطوار وادوار بتائے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑنے سے شبہ نہ کیا جائے رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو دوسری روایت میں زائد مدت کا ذکر ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل جبرئیل فقال یا جبرئیل کم عمرت من السنین فقال یا رسول اللہ لست اعلم غیر ان فی الحجاب الرابع نجما یطلع فی کل سبعین الف سنۃ رأیتہ اثنین وسبعین الف مرۃ فقال یا جبرئیل وعزۃ ربی جل جلالہ انا ذالک الکوکب۔

(روح البیان زیر تحت آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ وجواہر البحار ص ۱۱۰۳)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تم نے کتنی عمر گزاری ہے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ ستر ہزار سال میں ایک ستارہ طلوع کرتا تھا اور اسے میں نے بہتر ہزار بار دیکھا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے رب العزت کی قسم وہی ستارہ میں ہی تھا۔

دیوبندیوں کے گھر کی شہادت

مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب لکھی ہے اس میں نور محمدی کے بارے میں احادیث لکھی ہیں صرف آپ لوگوں کے لیے اسی سے ہی عرض کرتا ہوں۔

۲۰ تھانوی کا حوالہ اسلئے دیا ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار عموماً دیوبندی کرتے [illegible]
[illegible] اور تھانوی کو امام مانتے ہیں اس سے یہ حوالہ ان کے لئے ہے۔ اسی طرح کی حوالہ جات [illegible]

[illegible] نور محمدی کا بیان ہے۔ پہلی روایت عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی [illegible] حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض [کیا] [illegible] آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی [چیز پیدا کی] آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے (نہ باین معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان اور نہ زمین تھی نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ یہ طویل حدیث ہے۔

(ف) اس حدیث سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت [illegible]

[illegible] اس پر حاشیہ لگا کر تھانوی نے لکھا ہے "نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے [illegible] مادہ ہونا ضروری نہیں پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا کہ اس مادہ سے چار [illegible] اور مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اس کا جزو نہ ہو بلکہ [illegible] محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو (حاشیہ نشر الطیب)

[illegible] تھانوی نے صفحہ لگا کر لکھا ہے کہ "الفاظ اس روایت کے یہ ہیں یا جابر ان [اللہ] خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ"

[illegible] اور ہمارا عقیدہ ہے کہ ؎ تو اصل وجود آمدی از نخست۔
[illegible] ہر گلے [illegible]

ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث سے مفہوم ہے۔

(حدیث ۴) حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ (ف) اور مشکوٰۃ شرح السنۃ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

ؔ اسی پر حاشیہ لگا کر تھانوی نے لکھا ہے کہ "اور اس وقت ظاہر ہے کہ آپ کا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کی روح کو عطا ہوئی تھی اور روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس سے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا (جواب) یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی تقدیر کا تمام اشیاء حتی کہ ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص دلیل اس کی ہے کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور روح متعین ہو گیا (یہی جواب آج کل کے غیر مقلدوں کو دیا جائے جو آپ کے تقدم زمانی کے قائل نہیں) (اویسی غفرلہ) اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے بلکہ ثبوت نبوت ہی کے کیا معنے کیونکہ نبوت تو چالیس کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا سو یہ وصف تو وجود تاخر کو مقتضی ہے (جواب) یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔" یہ جواب تھانوی کا ہے اور یہ اپنی ذہنیت کے مطابق ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی نبوت اُنہی عوام کے لئے مختص جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اُرسلت الی الخلق کافۃ۔ اویسی غفرلہ۔

(حدیث ۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے (ف) اور ایسے الفاظ میسرہ ضبی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(حدیث ۶) شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے میثاق نبوت لیا گیا (کما قال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقہم ومنک ومن نوح الآیۃ) روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔

(حدیث ۷) ابی سہل قطان کی امالی سے ایک جزو میں سہل بن صالح ہمدانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابوجعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب کے آخر میں مبعوث ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو (عالم میثاق میں) اور ان سب سے ان کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب

ؔ یہاں پر تھانوی نے ۵ لگا کر لکھا ہے کہ اس حدیث میں بھی مثل حدیث بالا کلام ہے۔

ؔ یہاں پر تھانوی صاحب نے ۶ لگا کر لکھا ہے کہ "حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل۔

نہیں ہوں تو سب سے اول نبی (یعنی کیوں نہیں) حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اسی لئے آپ کو سب انبیاء پر تقدم ہے گو سب سے آخر میں مبعوث ہوئے (ف) اگر میثاق لینے کے وقت ارواح کو بدن سے تلبس بھی ہو گیا ہو تاہم احکام روح ہی کے غالب ہیں اسی لئے اس روایت کو کیفیات نور میں لانا مناسب سمجھا اور اوپر شعبی کی روایت میں آپ سے قبل آدم میثاق لیا جانا مذکور ہے اور یہ میثاق الست جو بلحاظ ظاہر روایات سے بعد خلق آدم معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ وہ میثاق نبوت کا بلا اشتراک غیر سے ہو جیسا کہ اس حدیث کے ذیل میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے

(حدیث ۴) جب آپ غزوہ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں (چونکہ حضور کی مدح خود اطاعت ہے اس لئے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے۔

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي ۔۔۔ مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ ۔۔۔ أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ ۔۔۔ أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ
تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ ۔۔۔ إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ
وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَتِمًا ۔۔۔ فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ
حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ ۔۔۔ خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ
وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ ۔۔۔ الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ
نَحْنُ فِي ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ ۔۔۔ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

(ترجمہ) زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحال میں تھے اور

نیز ودیعت گاہ میں جہاں جنت کے درختوں) کے پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا مستقر و مستودع اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھا لیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانپتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے اس کے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین کی طرف نزول فرمایا اور آپ اس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہے اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاع ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ، بلکہ (صلب آباء میں محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ کشتی (نوح) میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ بواسطہ حضرت نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ز جودش گر نہ گشتے راہ مفتوح ۔۔۔ بجودی کے رسیدے کشتی نوح۔

اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا جب ایک طرح کا عالم گذر جاتا تو دوسرا طبقہ ظاہر اور شروع ہو جاتا تھا (یعنی یہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا) یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا۔

چونکہ آپ ان کی صلب میں مختفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے آپ اسی طرح منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ کی فضیلت پر شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ جاگزین ہوا جس کے

تحت میں اور حلقہ ذیلی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے تھے خندف لقب ہے آپ کے جد مجید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور لفظ یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل تشبیب درجات کے ساتھ ہے اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

عہ یہ اشارہ لگا کر تھانوی حاشیہ پر لکھتا ہے کہ "ظاہر ہے کہ جنت میں سایوں میں ہونا اور کشتی (نوح) میں اور نار خلیل میں یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے (جیسے غیر مقلدین ورا ہیں) کہتے ہیں جو مرتبہ وجود کا مادہ ہے کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد نوح ابراہیم علیہ السلام میں مشترک ہے پھر آپ کی تخصیص کیا ہوتی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ عالیہ ہے کہ آپ کے وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ امتیاز تھا مثلاً یہ کہ جزء مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آبا کے خود آپ کی روح کو کوئی خاص تعلق ہو یہ قرینہ عقلیہ ہے اور نقلیہ قرینہ خود اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا سبب بتایا گیا ہے۔ آپ کے ورود فرمانے سے سوا اگر اس جزء مادے کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی خاص تعلق نہ مانا جائے تو اس جزء کی وارد فی النار ہونے کے کیا معنے کیونکہ ورود کے معنے مقتضی ہیں وارد کے خارج ہونے کو اور جزء کو داخل کیا جاتا ہے وارد اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے تطورات آپ کے نور مبارک کے لئے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اشعار پر سکوت فرمایا اس لئے حدیث تقریری سے ان مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا

اس تمام مضمون سے تھانوی صاحب نے ہم اہلسنت کے مطابق لکھا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ہیں عالم جسمانیت میں تشریف لائے تو یہ جسمانیت بشریت آپ کی حقیقت نہیں کہلائے گی۔ بلکہ حقیقت خدا جانے یا اس کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جسے ہم نور سے تعبیر کرتے ہیں۔

لیکن دیوبندی مکتب فکر کے لوگ ہمارے ساتھ اختلاف کرتے ہیں پہلے اپنے گھر کو سمجھا لیں پھر ہمارے ساتھ الجھیں۔ اور یہ کتاب نشر الطیب تھانوی کی وہ مایہ ناز تصنیف ہے جس کے متعلق اس نے ایک دو خواب بھی آخر کتاب میں درج کئے ہیں اگرچہ وہ خواب ایسے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب نشر الطیب لکھ کر اس نے اپنے مکتب فکر کے لوگوں کو پریشان کیا ہے۔

(تنبیہ) دیوبندیوں کے اشرف علی تھانوی کی تصانیف شہد نما زہر ہیں کہ بکثرت تحریر میں اہلسنت کے عقائد کے مطابق لکھ جاتا ہے لیکن اسی مقام پر یا دوسرے مقام پر ایسی غلط تاویل لکھتا ہے کہ جس سے اسلام کی روح اُڑ سکتی ہے۔ ہمارا تھانوی سے اختلاف صرف اس لئے ہے کہ اس کی تحریر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح بے ادبی و گستاخی موجود ہے چنانچہ حفظ الایمان نامی رسالہ میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو جانوروں، پاگلوں، وغیرہ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ عرض اس لئے عرض کیا ہے کہ کہیں کوئی نہ سمجھے کہ تھانوی صاحب بھی یونہی لکھتے ہیں تو پھر اس سے بائیکاٹ کیوں یا اس کی جماعت کے ساتھ اختلاف کیا معنے۔

خلاصۃ المرام یہ کہ تھانوی صاحب کی اس تمام تقریر سے وہی ثابت ہوا کہ جو ہم کہا کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے نور ہیں او [illegible] عالم اجساد میں تشریف لانے سے قبل خدا کے تمام جہانوں کی سیر فرمائی

اور آخر میں بشری لباس میں تشریف لائے اسی سیر کو ہم میلاد سے تعبیر کرتے ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ دور حاضرہ میں لوگوں نے اسے بدعت بلکہ اس سے بڑھ کر کیا کیا کہا۔ کون کہتا ہے کہ ہم خواہ مخواہ کسی سے الجھتے ہیں۔ ہمارا الجھنا یا کسی سے خفا ہونا محض اسی لئے ہوتا ہے کہ شان نبوت میں ان کے قلم وہ لکھ جاتے ہیں جو دشمنان اسلام سے بھی اتنا توقع نہیں چنانچہ اسی میلاد شریف کے متعلق اکابر دیوبند نے لکھا ہے کہ

"پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم (ہنود) سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید نہیں۔"

بتائیے میلاد شریف کو ہندو کے سانگ کنھیا سے تشبیہ دینا ایک کھلی گستاخی ہے یا نہیں پھر ظلم یہ ہے کہ یہ محفل میلاد شریف خود بھی ہماری طرح کرتے ہیں اور ضرورت کے وقت ہمارے ساتھ بھی ہوتے ہیں اور کبھی بڑھ کر ہمارے سے بھی زیادہ اس محفل کا انعقاد بھی کر لیتے ہیں اس سے آپ لوگ غور فرمائیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنا بڑی گستاخی ہے۔

ہاں جب آپ مانتے ہیں کہ ایسی عبارات کفریہ ہیں لیکن اسے لکھنے والے کی سبقت قلمی کہنا حماقت ہے کیونکہ ایک معمولی خط کسی کو لکھا جاتا ہے تو اس کی بھی نظر ثانی کی جاتی ہے ورنہ نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ہمارے ایک بے وقوف سے نکلا!

نور نبوی اور اسلاف

اور جیسا کہ احادیث سے مذکور ہوا اسلاف کی تصریحات بھی ایسے ہی ہیں

ہے جواہر البحار شریف ص ۱۱۴ ج ۳ میں ہے۔

إن نوره صلى الله عليه وسلم هو المحيط بالعرش والكرسي واللوح والقلم والسماء والأرض والجنة والنار وجميع العالم۔	بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور عرش، کرسی، لوح، قلم، اور آسمان و زمین اور بہشت و دوزخ اور جمیع عالم کو محیط ہے۔

اسی نور کے احاطہ کی وجہ سے ہی ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر کے قائل ہیں۔ اسی نور کا عالم دنیا تشریف فرما سیدنا آدم علیہ السلام کے واسطے سے ہوا جو کہ وہی نور اقدس سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت میں جلوہ گر ہوا چنانچہ صاحب سیرت حلبیہ لکھتے ہیں۔

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ جَعَلَ ذَالِكَ النُّوْرَ فِيْ ظَهْرِهٖ اَيْ فَهُوَ حَالَ كَوْنِهٖ نُوْرًا سَابِقًا عَلٰى قُرَيْشٍ حَالَةَ كَوْنِهَا نُوْرًا بَلْ سَبَبًا فِيْ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ نُوْرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابِقٌ عَلٰى سَائِرِ الْمَخْلُوْقَاتِ لِاَنَّ ذَالِكَ الْمَخْلُوْقَاتِ خُلِقَتْ مِنْ ذَالِكَ النُّوْرِ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهٖ كَذَا فِي السِّيْرَةِ الْحَلَبِيَّةِ ص ۲۹ ج ۱

وہی نور پشت بہ پشت منتقل ہو کر بی بی آمنہ کے بطن پاک سے بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول کی صبح کو عرب میں ظہور ہوا۔

بارہ ربیع الاول کے دن جلوس کا ثبوت

خطبہ

الحمد لله الذی فضل سید العالمین وجعله شفیعًا للمذنبین الخاطئین الهالکین والصلوٰة والسلام علی فخر الاولین والآخرین وعلی آله واصحابه اجمعین. اما بعد

وجہ تالیف

فقیر ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ربہ کو اس سال بہاولپور کے جلوس میں شریک ہونے کا شرف ملا ہمارے نزدیک بارہ ربیع الاول شریف کے دن جلوس نکالنا بہترین مستحبات میں سے ہے کیونکہ یہ دن خالق کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر سرور کا دن ہے اور جلوس میں اظہار مسرت بوجہ تحدیث نعمت نعت خوانی اور نعرۂ تکبیر و رسالت پکارتے ہوئے گلی کوچوں میں چکر لگاتے ہوئے آخر میں صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ یہ امر مشروع نہیں نہ شرعًا کوئی جرم ہے بلکہ تحقیقی نقطۂ نگاہ اور شرعی اصول کے لحاظ سے مطلوب امر ہے جس کو فقیر آگے چل کر عرض کرے گا لیکن لوگوں نے اسے خواہ مخواہ ناجائز کہہ دیا بلکہ قوم کے سامنے اسے محل نزاع بنا کر اپنے دل کے ارمان نکالے اور مہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بجائے تلقین اخوت اسلامی اور مروت دینی کے نامعلوم کیا کیا پروپیگنڈہ فرماتے ہیں مجھے چونکہ قلم گردانی کی عرصہ سے عادت ہے جہاد قلمی سمجھتے ہوئے چند اوراق اس مسئلہ کی تحقیق میں لکھے اور نام اس کا "تنشیط النفوس الزکیہ

[illegible] الجلوس لعجز البریہ" تجویز ہوا۔ اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء کرام اس کی تکمیل کی توفیق بخشے اور میرے لئے توشۂ آخرت بنائے (آمین)

مقدمہ

جلوس صرف اس غرض سے نکالا کہ اس روز اللہ تعالیٰ کے محبوب کائنات کے مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظہور پذیر ہوئے اور یہ نعمت عظمیٰ صرف ہمیں نصیب ہوئی ہم اپنی اس سعادت پر جتنا ناز کریں بجا ہے تحدیث نعمت و ادائیگی شکر کی بنا پر عالم دنیا کو دکھانا ہے کہ اس نعمت کے حصول پر ہم اتنا خوش ہیں کہ جس کا مظاہرہ ہو رہا ہے یہ فعل مستحب و مستحسن ہے بعض لوگ ہر امر پر دلیل قرآن و حدیث کی طلب کرتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے [illegible] ورنہ مستحبات کے لئے آیات و احادیث کی تصریحات ضروری نہیں بلکہ ان کے لئے اشارات و کنایات کافی ہوتے ہیں بلکہ صرف جید علماء کرام کی رائے گرامی سے بھی استحباب ثابت ہو سکتا ہے چنانچہ فقہاء حضرات نے مستحب کی تعریف میں لکھا ہے۔ هو ما فعله النبی صلی الله علیه وسلم مرةً وترکه اخری وما احبه السلف۔ (درمختار وغیرہ) یعنی مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو اور جس کو سلف نے دوست رکھا ہو۔ اور سلف کی تعریف میں میر سید شریف نے فرمایا ہے السلف ای الصحابة والتابعون واصحاب المذاهب الاربعة والصالحون رضی الله تعالیٰ عنهم (شرح الکیدانی) یعنی سلف سے صحابہ و تابعین اور چار مذہبوں کے امام اور صالحین امت مراد

میں اور اس قول کی تائید حدیث سے ہوتی ہے ما رآہ المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن (مشکوٰۃ شریف) یعنی جس امر کو مومنین اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی احسن ہوتا ہے۔

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر ثابت کرے گا کہ جس طرح ہم نے جلوس نکالا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی کسریٰ کا تاج و کنگن حضرت سراقہ کو پہنانے پر جلوس نکالا تھا اور بعض لوگ اسے بدعت سے تعبیر کرتے ہیں اس کا بھی ازالہ لازم ہے۔

بحث بدعت

لغت میں بدعت نو ایجاد امر کو کہتے ہیں۔ منه قوله عز وجل بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ " " مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ " اور اصطلاح شرع میں البدعة في الشرع ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم (کذا فی المرقات شرح المشکوٰۃ للملا علی قاری) یہ دو قسم ہے (۱) سیئہ، اسی کے متعلق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔ امرنا هذا سے مراد اسلامی احکام اور ما ليس منه سے مراد وہ عمل ہے کہ جو کہ اصول شرع کے بالکل خلاف ہو جیسا کہ بحر الرائق میں ہے " البدعة ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما " اسی بدعت کے متعلق فرمایا كل بدعة ضلالة یہ كل مخصوص عند البعض ہے جیسا کہ تدمر كل شيء اور وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ میں كل مخصوص عند البعض ہے۔ (۲) حسنہ، اسی کے متعلق امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حاشیہ ابن ماجہ میں فرماتے ہیں وما احدث من

الامر مما لا يخالف شيئاً من ذالك فليس بمذموم یعنی وہ کام یا جو کتاب و سنت و آثار و اجماع کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں اس کی چند مثالیں نوٹ کیجئے (۱) نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا امر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاری کیا اور فرمایا نعمت البدعة هذه کہ یہ کیسی اچھی بدعت ہے (۲) علم صرف و نحو وغیرہ کا اشتغال۔ اسے تو علماء کرام بدعت واجبہ سے تعبیر کرتے ہیں (۳) حفظ غرائب الکتاب والسنة (۴) اصول فقہ کی تدوین (۵) احداث رباطات (۶) مدارس قائم کرنا (۷) نماز صبح و عصر کے بعد مصافحہ کرنا (۸) کھانے، پینے، پہننے، ٹھہرنے کے مکانات میں توسعات (۹) قرآن مجید کے اعراب لگانا اور تیس پاروں پر منقسم کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اب بتائیے ان افعال پر کون ہے جو بدعت کے فتوے لگائے اب اگر زمانہ حال کے لوگوں کا جھگڑا ہے تو ان افعال میں ہے جنہیں آقا و مولیٰ سید محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے حالانکہ ایسے جدید امور کہ جن سے اسلام کو فائدہ ہو اس پر حضور علیہ السلام نے یوں ارشاد فرمایا ہے من سن سنة حسنة۔ بدعت کے متعلق فقیر نے رسالہ "العصمة عن البدعة" میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ قابل مطالعہ کتاب ہے۔

باب اول

(حصول نعمت پر ادائیگی شکر)

اسلامی روایات شاہد ہیں کہ جب کسی قوم کو کوئی نعمت ملی تو اس کی ادائیگی شکرانہ پر لازم رہی اور وہ اس کی اقتداءً معین اوقات میں ادائیگی کرتے رہے ان میں سے بعض پر ہم بھی عامل ہیں جیسے عاشورا کا روزہ وغیرہ۔ اس کے متعلق شرع میں چند شواہد شاہد ہیں۔

(۱) جب عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے حواریوں نے عرض کی کہ ہمارے
لئے آسمان سے مائدہ نازل ہو تو انہوں نے دعا کی۔ اللّٰھم انزل علینا مائدۃ
من السماء تکون عید الاولنا وآخرنا وآیۃ منک۔ اے اللہ ہمارے لئے آسمان
سے ایسا مائدہ نازل فرما جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو۔

اس کے تحت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں
"وہ لوگ اہل اسلام کی طرح اتوار کے دن اپنی عبادت گاہ میں جاکر عبادت کرتے اور
اسی روز تعطیل اپنی نعمت کے حصول کو شکرانہ کا دن مناتے تھے۔

اس آیت اور امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ کے قول سے ثابت ہوا کہ حصول
نعمت کے دن کو ہمیشہ کے لئے عید بنالینا شعار اسلام سے ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی قوم کے لئے یہی دن نہایت معظم سمجھا جاتا ہے اور اہل دانش خوب جانتے
ہیں کہ اس روز کی عظمت صرف اس وجہ سے تھی کہ ان کو اس دن نعمت نصیب
ہوئی اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جو نعمت ملی اس کی ادائیگی شکر
میں وہ جتنا ہی ناز کرے کم ہے۔ اور جس امر کو آیت مذکورہ میں علت بنایا گیا
ہے وہ یہاں بھی موجود ہے یعنی حصول نعمت اور پھر اسے پہلوں اور پچھلوں کے
لئے عید بنانا ہمارے مقصود کی تائید ہے۔

(۲) جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے
تو یہود کو عاشوراء کے دن روزہ رکھتے دیکھ کر ان سے پوچھا کہ تم اس روز
کیوں روزہ رکھتے ہو تو انہوں نے کہا "ھذا یوم عظیم انجی اللہ فیہ موسیٰ
وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسیٰ شکرًا فنحن نصومہ" یہ بہت
بڑا دن ہے اس لئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو نجات
دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ

کا شکرانہ ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا ہم بھی ان کی اقتدا کرتے ہوئے روزہ
رکھتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم
ہمیں موسیٰ علیہ السلام سے بہ نسبت تمہارے زیادہ مناسبت ہے فصامہ
وامر بصیامہ۔" پھر آپ نے روزہ رکھا اور امت کو روزہ کا حکم دیا۔ یہ
حدیث شریف بخاری ومسلم میں ہے۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم فی صیام التطوع ص۱۸۰)

فرعون کو غرق ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات ملے کتنا طویل وقت
گذر گیا لیکن اہل اسلام ان کی اس نعمت پر تا ہنوز شکرانہ ادا کرتے ہیں،
کیونکہ عاشوراء کا روزہ رکھنا ہمارے لئے مستحب ہے وہ صرف اس نعمت کی
یاد کو تازہ کرنے کی بناء پر ہے۔

(۳) بلکہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل اپنے ظہور اقدس کے لئے
نعمت جتلا کر نعمت کی ادائیگی شکر کا عمل واضح فرمایا چنانچہ آپ سے جب پوچھا
گیا کہ آپ پیر کے دن کے روزے کا التزام کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا
ذالک یوم ولدت فیہ، یہ وہ مبارک دن ہے کہ اس روز میری ولادت
باسعادت ہوئی۔

اس مختصر گذارش سے ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری ایک بہت بڑی نعمت ہے (جیسے آگے چل کر مختصرًا گذارش کروں گا) تو
اس نعمت عظمیٰ کی شکر گذاری کے لئے ہمیں اظہار مسرت لازمی ہے جیسے کہ گذشتہ
امتیں نعمتوں کے حصول پر اظہار مسرت کرتی ہیں۔

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی نے کہا یا امیر المومنین
آیۃ فی کتابکم تقرؤنہا لو علینا معشر الیہود نزلت لاتخذنا ذالک

الیوم عیداً : اے امیر المومنین تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو یوم عید قرار دیتے آپ نے جواباً فرمایا وہ کونسی آیت ہے اس نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت الخ آپ نے فرمایا جس دن یہ آیت نازل ہوئی ہماری دو عیدیں تھیں یوم عرفہ اور یوم جمعہ ۔ (بخاری و مسلم ملخصاً)

آیت ہذا ایک نعمتِ عظمیٰ ہے جسے یہود نے رشک کرتے ہوئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو طنزاً سوال کیا لیکن خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ نے مخالف کو بھی ساکت کر دیا اور زمانہ حال کا مسئلہ بھی حل کر دیا کہ جس روز کوئی نعمت ملے وہ ہمارے لئے عید کا دن ہے اور شکر الٰہی کی بجا آوری کا روز جیسا کہ صاحب روح البیان صفحہ ۲۳ اسی آیت کے تحت شان نزول نقل کر کے لکھتے ہیں ۔

اشار عمر الی ان ذالک الیوم کان عیداً لنا یعنی حضرت عمر نے یہ مسئلہ یوں سمجھایا کہ یہ دن ہمارے لئے عید کا روز ہے ۔ اور بتایئے کہ حضرت عمر نے یہود کے سوال کو کس طرح رد فرمایا اور وہ جواب اہلسنت کے لئے کس طرح مؤید ہے ۔

حضور علیہ السلام سراپا نعمت ہیں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہیں کہ جن کو خود خالق کائنات نے مجسمہ نعمت بتایا ہے ۔ چنانچہ قرآن کریم میں جا بجا اس امر کی توضیح موجود ہے ۔

(۱) ـــ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا احسان فرمایا اس لئے کہ ان میں رسول بھیجا

ان کی اپنی جنس سے ۔

آیت ہذا میں آپ کی بعثت پر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان عظیم جتلا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نعمت پر اپنا احسان نہیں جتلایا اس سے ثابت ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں سے بڑی نعمت بلکہ ہر نعمت کے وسیلہ عظمیٰ ہیں ۔

(۲) ـــ اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ کُفْرًا : وہ لوگ کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر کرکے تبدیل کر ڈالا ۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ھم واللہ کفار قریش ومحمد نعمۃ اللہ تعالیٰ ۔ (رواہ البخاری) اللہ کی قسم الذین سے کفار اور نعمۃ اللہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۔

(۳) ـــ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جاننے پہچاننے کے باوجود منکر ہو جاتے ہیں حضرت زجاج اور سدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نعمۃ اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں یعنی کفار آپ کے معجزات دیکھ کر آپ کو نبی مانتے ہیں ۔ پھر عناداً انکار کرتے ہیں ۔

(۴) ـــ ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نعمۃ اللہ سے مراد حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ نعمت عظمیٰ ہیں اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کے سبب سے جو منافع و فوائد حاصل ہوئے وہ شمار سے باہر ہیں ۔

(۵) آپ کے اسمائے گرامی سے ایک اسم مقدس نعمت اللہ بھی ہے کذا فی کتب السیر خصوصاً مدارج النبوۃ و زرقانی و مواھب اللدنیہ و دلائل

المعجزات و مطالع المسرات وغیرہا ۔ اور آپ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق نعمت عظمیٰ ہونے کا انکار کسی کو نہیں کیونکہ آپ ہی کا تو صدقہ ہے کہ ہمیں دولت اسلام اور جمیع برکات ربانیہ نصیب ہوئے۔

نعمت کے حصول پر ادائیگی شکر لازم ہے۔

(۱) وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمت ملنے پر شکر گذاری کا حکم دے رہا ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ سب سے بڑی نعمت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہے اس حکم کے مطابق اسی نعمت کا شکریہ بجالانا اور اس پر اظہار مسرت وغیرہ اہل ایمان کے لئے لازم ہے۔

(۲) لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ

اس میں بھی نعمت پر شکر گذاری پر ترغیب ہے ورنہ عذاب شدید کی وعید۔

وصل

ایسی نعمت عظمیٰ کے شکر کی ادائیگی کسی ایک گوشہ میں بیٹھ کر نہ کرنی چاہئے بلکہ چرچے سے تاکہ نعمت کی عظمت کا پرچار ہو جیسا کہ قرآنی آیات شاہد ہیں۔

(۱) فَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اللہ تعالیٰ کی نعمت کو آپس میں یاد کرو۔

اس آیت میں نعمت اللہ کا ذکر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر

کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دیگر غافل بندے بھی اس میں شرکت کر سکیں۔ جلوس میں کیسا سہانا سماں بندھ جاتا ہے کہ جس گلی سے جلوس گذرتا ہے۔ باری تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم الشان مظاہرہ ہو جاتا ہے۔

(۲) فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی نعمت زیادہ سے زیادہ بیان کرو۔

دیکھئے اس آیت میں نعمت ربانی کا ذکر کیسے کھلے الفاظ میں بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ تحدیث سے تعبیر کیا گیا۔ جیسے کوئی بات کسی دوسرے کو ذکر کرنے کے معنے میں آتا ہے یعنی صرف گھروں میں بیٹھ کر تسبیح نہ ہلاتے رہو بلکہ کھلے میدانوں میں نعمت ربانی کا مظاہرہ کرو تاکہ منکرین اسلام کو بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت معلوم ہو۔

(۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلتَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ شُكْرٌ وَتَرْكُهَا كُفْرٌ رواہ محی السنۃ فی تفسیرہ معالم التنزیل تحت آیت و اما بنعمۃ ربک فحدث "۔

یعنی اللہ کی نعمت کا تذکرہ شکر ہے اور اس کا ترک کفران نعمت، اس حدیث سے اظہار مسرت بر نعمت کا طریقہ بتایا گیا کہ نعمت کو کھلے لفظوں میں بیان کرو اگر اسے ترک کر دیا گیا تو ناشکرے سمجھے جاؤ گے بارہویں کے جلوس میں امتی اپنے خلوص کا ثبوت ہر طرح سے پیش کرتا ہے کہ زبان سے صلوٰۃ و سلام دل سے خوش لباس پہن کر خدا تعالیٰ کی دی ہوئی سواری پر سوار ہو کر لوگوں کو نعمتوں کے عطیے کا مظاہرہ کر رہا ہے لیکن وہ ناشکرا جو اس دن گھر میں بیٹھ کر تیوری منہ میں لگائے ہوئے الٹا ایسے روز کے متعلق کچھ سے کچھ بکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سمجھ نصیب فرمائے (آمین)

باب دوم

اگرچہ باب اول کے ٹھوس دلائل سے جلوس کی اہمیت اور اس کی مستحبیت واضح طور پر ثابت ہو گئی لیکن چونکہ مخالفین رسالت و گستاخانِ نبوت ایسے جبلی واقع ہوئے ہیں کہ ان کے سامنے جب تک صریح الفاظ پیش نہ کیے جائیں ماننے کا نام نہیں لیتے اگرچہ صریح الفاظ سے بھی نہیں مانیں گے لیکن ہمارا فرض ہے سمجھانا تاکہ ان پر روزِ محشر کے لئے اتمام حجت ہو۔

فصل اول

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلاؤ۔ ابن جریر، خازن، مدارک، مفردات و تفسیر کبیر میں ہے کہ ایام اللہ سے وہ واقعات مراد ہیں جو ان دنوں میں واقع ہوئے۔ اہل ایمان غور فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے بڑھ کر اور کونسا عظیم واقعہ ہوگا کہ جس میں ایوان کسریٰ شق ہوا اور بت سر کے بل گر گئے اور فارس کے آتش خانہ بجھ گیا اور ساوہ کا کانٹرو دخانہ جاری ہو گیا اور آسمان سے ستارے زمین پر اترے تو کعبۃ اللہ شکرانہ کے لئے سجدہ ریز تھا وغیرہ وغیرہ۔ میلاد کے دن سے اور کونسا بڑا دن ہوگا۔ اسی لئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے یوم میلاد کو شب قدر و شب برات سے بھی افضل بتایا ہے[1]۔ قرآنی آیت کے حکم سے سنی حضرات مبارکباد

لہ کان ابی قتادہ و عبدالحق الدہلوی حیث قال۔ قلنا انہ قد لیلۃ فیلا فتنک اللیلۃ افضل من لیلۃ القدر بلاشبھۃ: اور امام ابن حجر نقل کرتے ہیں۔ و قال الشیخ المحدث الحافظ ابن حجر الازمنۃ و الامکنۃ تتشرف لشرف من یکون فیھا الی ان قال، ولذا قال بعضھم ان لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من لیلۃ القدر ص ۳ ج ۳ (انوار اولیاء غفرلہ)

کے مستحق ہیں کہ اس مقدس دن کی یاد کیسی خوش عقیدت سے مناتے ہیں کہ غیر مسلم تو دیں بھی انگشت بدندان ہیں اور ہر مذہب کا پیروکار مجبور ہو کر شہادت دیتا ہے کہ اگرچہ مسلمانوں کا نبی (علیہ السلام) اپنی امت سے پونے چودہ سو سال سے پردوں میں ہے لیکن امت نے عشق بلال و محبت صدیق کی اتباع کو نہیں چھوڑا۔

(۲) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ: اور ہم نے آپ کا ذکر شریف بلند کیا۔

اس کے تحت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تفسیر کبیر میں کہ ہم نے آپ کو نبی بنایا اور آپ کو زمین و آسمان میں مشہور کیا اور آپ کا ذکر زمین کے کناروں تک پھیلا دیا اور آپ کا ذکر دلوں میں محبوب و مطلوب بنا دیا پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:

كَاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اَمْلَاُ الْعَالَمَ مِنْ اَتْبَاعِكَ كُلُّهُمْ يُثْنُوْنَ عَلَيْكَ:

یعنی گویا اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ ہم تمام عالم کو آپ کے تابعداروں سے بھر دیں گے وہ سب آپ کی تعریف کریں گے اور آپ کا ورد پڑھینگے بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو کس طرح پھیلایا۔ یہی سنی حضرات ہیں جو اس انتخاب میں آئے کہ اپنے نبی علیہ السلام کے شان کے گیت گاتے اور ایسے چرچے کرتے ہیں کہ خوابیدہ دنیا جاگ اٹھتی ہے خصوصاً جلوس کی رونق تو ایسی جاذب ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے سنگدل لوگ بھی ایسے چرچے میں شریک ہونے کو باعث فخر و ناز سمجھتے ہیں

(۳) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا خصوصاً بارھویں کی پرشکوہ محفل اہل اسلام نے کبھی نہیں چھوڑی اگرچہ دیگر مستحبات اہل اسلام عمل میں لاتے ہیں۔ لیکن ۱۲ ربیع الاول کی محفل میلاد شریف کا چرچا تو مسلمانوں کو ایسا بھایا کہ نہ کبھی منقطع

ہوئی اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک منقطع ہوگی۔

چنانچہ اقوال علماء ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی تفسیر روح البیان آیت محمد رسول اللہ کے تحت لکھتے ہیں کہ

ومن تعظیمه عمل المولد اذا لم یکن فیه منکر قال الامام السیوطی قدس سره یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیه السلام (روح البیان ص ۵۶)

یعنی میلاد شریف کرنا بھی حضور علیہ السلام کی ایک تعظیم ہے جب وہ محفل برائیوں سے خالی ہو۔ اور امام سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلاً من السنة وکذا الحافظ السیوطی ورد علی انکارها فی قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة۔

(روح البیان ص ۵۶)

کہ حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے میلاد کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہ میلاد شریف کو بدعت سیئہ کہہ کر منع کرتے ہیں۔

(۲) امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات شریف میں میلاد شریف کے بارے میں فرماتے ہیں۔

نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد و منقبت خواندن چہ مضائقہ است

کہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے نعت شریف، و منقبت کو بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں میلاد شریف کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد مبارک میں تھا اس وقت لوگ آپ پر درود شریف پڑھتے تھے اور آپ کی ولادت کا ذکر کرتے اور وہ معجزات بیان کرتے تھے جو آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے میں نے اس مجلس میں انوار و برکات دیکھے۔

فتاملت تلك الانوار فوجدتها من قبل الملائكة الموكلين بامثال هذه المشاهد وبامثال هذه المجالس ورأيت يخالطه انوار الملائكة انوار الرحمة (فیوض الحرمین ص ۲۷)

پس میں نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار ان ملائکہ کے ہیں جو ایسی مجالس اور مشاہد پر موکل و مقرر ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت آپس میں ملے ہوئے ہیں۔

اور یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلة بالنبی صلی الله علیه وسلم فلم یفتح لی سنة من السنین شیئ اصنع به طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمته بین الناس فرأیته صلی الله علیه وسلم بین یدیه هذه الحمص متبهجا بشاشا۔

میرے والد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا۔ ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے روبرو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔

(در الثمین)

(۴) راس المحدثین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں، ایک ذکر وفات، دوسری ذکر شہادت حسنین ہوتی ہیں سینکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں، درود شریف و قرآن شریف پڑھا جاتا ہے وعظ ہوتا ہے پھر سلام پڑھا جاتا ہے بعد ازاں کھانے پر ختم شریف پڑھ کر حاضرین کو کھلایا جاتا ہے وعظ ہوتا ہے پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔ اگر یہ سب باتیں فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر کبھی نہ کرتا (فتاویٰ عزیزیہ)

(۵) — حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ)

(۶) — مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاد شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی فرماتے ہیں

وحق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سرور وخواندن قرآن و ہدیہ ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است (تحفۃ السائل)	درحق یہ ہے کہ حضور کی ولادت کے ذکر کرتے ہیں اور فاتحہ پڑھ کر آپ کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچاتے ہیں اور میلاد شریف کی خوشی کرتے ہیں یہ انسان کی کامل سعادت ہے
(۷) ثم لا زال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یحتفلون فی شھر مولدہ و یعتنون بقرأۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم (حلبی، علی قاری، قسطلانی)	۱۲ ربیع الاول میں تمام اطراف کے بڑے بڑے شہروں میں جلسے محفلیں کرتے ہیں اور دل لگا کر میلاد پڑھتے ہیں اور ان پر ہر طرح کا فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے۔

(۸) بلکہ ملا علی قاری نے تو کل ملکوں میں میلاد کا پڑھا جانا ثابت کیا چنانچہ

اپنے رسالہ مورد الروی میں لکھتے ہیں کہ "حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا و تعظیما اور ملک مصر و اندلس اور ممالک مغربی اور ملک روم اور عجم و ہندوستان وغیرہ میں کمال اہتمام اور احتشام سے یہ محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔"

۹ — اسی طرح امام سخاوی لکھتے ہیں۔ ثم لا زال فی سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد کذا فی المواھب اللدنیہ

(۱۰) — اسی طرح امام ابن الجزری نے فرمایا ولا زال اھل الاسلام یحتفلون شھر مولدہ الشریف علیہ الصلوٰۃ والسلام کذا قال القسطلانی شارح البخاری۔

لفظ لا زال اھل الاسلام، اجماع امت کی رہبری کرتا ہے اور پھر استمرار پر بھی دلالت کرتا ہے۔

عقلی دلیل

عقل کا تقاضا بھی ہے کہ یہ تقریب شان و شوکت سے منائی جائے اسلئے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں مختلف تقریبیں منانے کا طریقہ عہد قدیم سے چلا آتا ہے ہر قوم وملت کے افراد اپنی تقاریب کو نہایت خوشی اور مسرت سے مناتے ہیں تقاریب کو اجتماعی اور قومی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل ہے خصوصًا مذہب اسلام میں جو تقاریب ہیں ہر حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مگر یہ تقاریب محض رسوم ورواج یا لہو ولعب کے لئے نہیں مقرر کی گئی ہیں بلکہ ان میں ماضی کے زبردست حوادث اور اکابر کے عظیم الشان کارنامے پنہاں ہیں، ان تقاریب کو قائم رکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں نے اس دنیا میں تشریف لاکر ظلم وستم کو مٹا کر عدل و انصاف قائم کیا

عہ یہ رسالہ فقیر کے ہاں قلمی (دو سو سال کا لکھا ہوا) موجود ہے، جو شخص دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔

اور اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دیکر اپنے اعمال و کردار کا بہترین نمونہ پیش کیا جو حق و صداقت کے پرچم بلند کر کے میدان عمل میں آئے اور آکر ارباب باطل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا، ان کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جائے تاکہ ان کی یاد کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال حسنہ اور ان کے عظیم الشان کارناموں کی یاد تازہ ہوتی رہے، اور مسلمانوں کے عمل میں تیزی، جذبات میں فرحت، معلومات میں وسعت خیالات میں رفعت پیدا ہو، اور مسلمان پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت کے حاصل کرنے کے لئے تیار و مستعد ہو جائیں اور اپنے اخلاق و کردار کو اپنے اسلاف کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

گویا یہ محفل میلاد بہترین عمل و اعلیٰ آلہ برکات و فیوضات ہے اس کی پوری تحقیق و تفصیل ''انوار ساطعہ'' میں ہے۔

(**سوال**) کہاں محفل میلاد اور کہاں ثبوت جلوس، یہ حضرات تو میلاد کی محفلیں کرتے ہوں گے۔ لیکن جلوس کے متعلق کوئی جزئی نہیں ملتی۔

(**جواب**) اس کے متعلق مفصل گفتگو باب سوم میں آئے گی انشاء اللہ، سردست اتنا تو یاد رکھنا لازمی ہے کہ یہ حضرات بارہویں کے دن ایک خصوصی اہمیت سے محفلیں بناتے اور اس کو مورد برکات و تجلیات ربانی سمجھتے ہیں پھر طرز جلوس خود سمجھ آجائے گا کیونکہ جلوس بھی محفل میلاد کی ایک نوعیت کا نام ہے

فصل دوم

جلوس سے شانِ رسالت کا اعلا اور ذکر نبوی کا پرچار مقصود ہوتا ہے جس پر شہر کے مختلف محلوں اور انجمنوں اور دیہات و قصبات کے نمائندے اپنے اپنے جھنڈے بنا کر گلی کوچوں میں صلوٰۃ و سلام و نعت خوانی و قصائد

مدحیہ پڑھتے ہوئے گذرتے ہیں جو کہ اسلامی شعار کے مطابق ہے جس میں کسی قسم کا حرج نہیں جس کی نظیریں ماہرین فن حدیث سے مخفی نہیں۔ صرف ایک نظیر ذکر کرتا ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر ۱۰ رمضان ۸ھ کو دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔ قدید میں ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ جھنڈے دیئے گئے فوج کا اخیر پڑاؤ مر الظہران تھا۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی اہل مکہ نے تجسس حال کے لئے حضرت ابو سفیان وغیرہ کو بھیجا۔ ابوسفیان کو فوجی دستہ نے پکڑ کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچایا۔ اس وقت حضرت ابوسفیان مسلمان ہو گئے اس کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے آنحضرت عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تاکہ افواج الٰہی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں قبائل عرب کی فوجیں ابوسفیان کے سامنے سے گذرنے لگیں، پہلے غفار، پھر جہینہ، پھر سعد بن ہذیل پھر سلیم وغیرہ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے گذرے۔ یہ طویل حدیث ہے جو بخاری شریف میں غزوۃ الفتح میں مذکور ہے ہم نے بقدر ضرورت نقل کیا ہے اور مسئلہ تو یہاں مستنبط ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسلام کی شان و شوکت بلند کرنے کی خاطر جھنڈے علیحدہ علیحدہ کرائے اور پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ اپنا اپنا جھنڈا لے کر علیحدہ علیحدہ گذرے تاکہ ابوسفیان و دیگر اہل مکہ کو اسلام کی شان معلوم ہو۔ حدیث شریف میں طرز جلوس معلوم ہوگی اور اس کی غرض و غایت اور علت بھی خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی۔ اب ہمارا جلوس

نکالنا بھی اسی غرض پر ہوتا ہے اس وقت اسلام بالکل کس مپرسی کے عالم میں ہے اس کی عظمت شان و شوکت بڑھائی جائے اور جس طرح بڑھائی جائے جائز ہے

حضرت عمر نے جلوس نکالا۔

جب ملک ایران فتح ہوا تو مسجد نبوی میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کو تقسیم کرنا شروع فرمایا تو سراقہ کو بلوایا گیا۔ جب حضرت سراقہ تشریف لائے تو حضرت عمر نے انہیں کسریٰ کے کنگن اور اس کا تاج پہنا کر فرمایا

الحمد للہ الذی سلبھما من کسریٰ و البسھما سراقۃ الاعرابیا الخ
(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۵۰۳)

سب تعریف اسی ذات الٰہی کے لئے ہے جس نے سونے کے کنگن کسریٰ سے چھین کر جنگلی آدمی (حضرت) سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیئے۔

مذکورہ بالا کلمات کہہ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور لوگوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا اور مسجد نبوی نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی۔

پھر حضرت عمر نے حضرت سراقہ کو گھوڑے پر سوار کر کے جلوس نکالا، آگے آگے سراقہ پیچھے پیچھے حضرت عمر اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان مدینہ منورہ کی گلیوں میں چکر لگاتے ہوئے مسجد نبوی میں واپس پہونچے، سارا مدینہ طیبہ اس وقت نعرۂ تکبیر کی مبارک آوازوں سے گونج رہا تھا۔ (سہ روزہ ایشیا ۱۶ جنوری ۱۹۷۳ء)

مذکورہ بالا حوالہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے۔ یہ کون ہیں جلوس نکالنے والے یہ ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کی ذات اقدس پر اسلام کو ناز ہے اور جلوس بھی کس لئے نکالا جا رہا ہے۔ ایران کے حصول اور معجزہ نبوی کے ظہور

پر۔ اور اگر ہم خود نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ظہور اقدس کے لئے جلوس نکالیں تو ہم بدعتی، اب ذرا یہی فتویٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر لگا کے دیکھئے تو مزہ آ جائے

جواب:

بتاؤ تم نے کون سے نیک عمل پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگایا یہ تمہاری بہت پرانی عادت ہے اور ہم بھی متفق واقع ہوئے ہیں۔ ہم تمہیں جواب تو دے دیتے ہیں پھر نہ ماننے کا مرض بھی تمہیں بہت پرانا ہے اور یہ مرض لاعلاج ہے۔

ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ جلوس سے مقصود صرف اس کریم کی تشریف آوری جیسی نعمت کا پرچار اور اظہار مسرت ہے اور بس۔ پھر آپ نے بارہا اپنی تشریف آوری کی مسرت کا اظہار فرمایا یہاں تک کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اپنی تعریف سننے کے لئے منبر بچھا دیئے اور اللھم ایدہ بروح القدس کے پیارے کلمات سے نوازا۔ اور یہی حالت صحابہ کرام کی رہی سلف صالحین بھی اپنے اپنے زمانہ میں بزم میلاد منعقد کرتے رہے، علاوہ ازیں بارہا کہا کہ جلوس مستحب فعل ہے اور اس کے ثبوت کیلئے اتنا کافی ہے۔ کوئی یہ ضروری اور واجب تھوڑا ہے کہ اسے صحابہ کرام بجالاتے ان کو افضل الاعمال جہاد سے وقت بھی نہ ملتا تھا اگر آج ہمیں بھی جہاد نصیب ہو جائے تو ہم جہاد کی زندگی گذاریں گے جلوس کا وقت نہ ملے گا تو جہاد کی زندگی بسر کرنے کو غنیمت سمجھیں گے۔

سوال:

چلو! صحابہ کرام کو اس عمل کا وقت نہ مل سکا اب سلف صالحین

کو لئے جہاد میں مصروف رہے کہ انہوں نے یہ عمل نہ کیا۔

جواب :

بات تو سچے کی ہے واقعی سلف صالحین نے یہ عمل نہیں کیا لیکن تم بھی بڑے استاد واقع ہوئے ہو کہ ہر سوال کو سطحی طور پر پیش کرتے ہو اس کی حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ زمانہ کے بدلنے سے مسائل بھی بدلتے چلے جاتے ہیں لیکن یہ ضروری ہوتا ہے کہ شے کی اصالت ضرور مد نظر رہے بلکہ بہت سے مسائل زمانہ سابق میں ناجائز ہوتے ہیں لیکن زمانہ کی ضرورت کی بناء پر جائز ہو جاتے ہیں مثلاً اس زمانہ میں مساجد میں عمدہ فرش اور دریاں وغیرہ بچھانا افضل سمجھا جاتا ہے لیکن سلف صالحین ایسی بات کو بالکل مذموم سمجھتے ہیں یہاں تک کہ فقہاء کرام نے یوں لکھا زمین پر بلا حائل نماز پڑھنا افضل ہے۔ (روح البیان جلد ثانی)

اسی طرح آج کل مساجد کو رنگ و روغن و منقش کرنا افضل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن پہلے زمانہ میں اس کی ممانعت تھی عہ اسی طرح مساجد کی محرابیں بھی خیر القرون کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں بلکہ بنو امیہ کے دور میں شروع ہوئیں جیسے فقیر نے۔ تحفۃ الاریب فی ثبوت بدعات المحاریب میں دلائل سے ثابت کیا ہے

زمانہ سابق میں درس و تدریس کا یہ طریقہ تھا کہ استاد پڑھے اور شاگرد سنے

عہ کما قال علیہ السلام ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاریٰ کذا فی المشکوٰۃ بروایۃ ابی داؤد۔

جیسے کہ امام بخاری و مسلم و دیگر صحاح ستہ میں لفظ حدثنا وغیرہ بتاتا ہے لیکن اب ہم پڑھتے ہیں اور اساتذہ کرام سنتے ہیں۔

زمانہ سابق میں درس و تدریس وغیرہ پر تنخواہ لینا حرام سمجھتے تھے لیکن آج کل تنخواہ کے بغیر کام نہیں چلتا۔

زمانہ سابق آئین تعلیم میں صرف و نحو وغیرہ کے حدود مقرر نہ تھے اور نہ ہی پہلے منطق و ہیئت و ہندسہ پڑھا جاتا تھا بلکہ صحابہ کرام کی جوتیوں کی خاک کو بھی ان فنون کی گرد نہ پہنچی لیکن آج تحصیل علوم کے لئے یہ فنون ضروری ہیں۔

غور فرمایئے کہ کیسے کیسے امور سلف صالحین نے عمل میں نہ لائے لیکن ہم تم کتنے بدعتی ہیں کہ انہیں عمل میں لا رہے ہیں جس پر کہنا پڑے گا کہ ان عوارض کی سلف کو ضرورت نہ پڑی اسی لئے وہ عمل نہ لا سکے اب ہمیں ان کی ضرورت ہے اگر عمل میں نہیں لائیں گے تو کام نہیں بنے گا۔

ہاں جلوس سے آپ کو انکار ہے تو صرف اس لئے کہ سلف صالحین نے نہیں نکالا لیکن اس سے تو انکار نہیں کہ اس سے عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا ہوتا ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ مقصد اعلائے شرافت نبوی ہے خواہ وہ جس طرح سے ہو چونکہ سلف صالحین کے زمانہ میں اس طریق کا دستور نہیں تھا اسی لئے انہوں نے عمل میں نہ لایا اور کسی مسئلہ کی اصالت بحال رکھ کر طریقہ بدل لیا جائے تو کوئی حرج نہیں جیسے مدارس کی ہیئت کذائیہ زمانہ خیر القرون میں نہیں تھی لیکن اصالت اپنی حقیقت پر ہے اور طریقہ بدل کر اب تعلیم کے کئی طریقے ایجاد کئے گئے ہیں۔ نیز ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ دیوبندی وہابی اپنے فن میں بڑے کاریگر ہیں وہ اس طرح کہ یہ ابتداءً میلاد شریف حرام بلکہ اسے کنہیا کے جنم سے مشابہت دیتے رہے۔ اس موضوع پر بڑے بڑے تردیدی رسائل

وکتابیں چھاپیں جس میں زور لگایا گیا کہ میلاد کرنا حرام ہے گناہ ہے شیرینی بانٹنا
جرم ہے وغیرہ وغیرہ چنانچہ "براہین قاطعہ" از خلیل احمد انبیٹھوی و رسالہ
میلاد شریف از رشید احمد گنگوہی اس امر کا بین ثبوت ہے۔ یار دوستوں نے
جب دیکھا کہ مسلمانوں کی اکثریت میلاد شریف کی نہ صرف قائل ہے بلکہ بڑی عقیدت
سے جا بجا میلاد شریف کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں تو اکابر کے فتاویٰ کو پس پشت
ڈال دیئے اور ایسی مجلسوں میں شریک ہونے لگے بلکہ سلام و قیام میں بھی شرکت
کرنے لگے اس سے کچھ آگے قدم بڑھا کر جلسے بھی میلاد النبی کے نام پر منعقد کرنے
لگے لوگوں نے انھیں سنی حنفی سمجھنا شروع کر دیا چونکہ بریلوی حضرات ان کے
ان کے پرانے نباض ہیں انہوں نے کہا کہ اگر یہ بھی سنی حنفی ہیں تو جلوس میں شریک
ہو جائیں کیونکہ اس میں شان رسالت کا پرچار ہوتا ہے لیکن اب اس سے انکار ہے
جیسے پہلے نفس میلاد سے انکار تھا انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ وقت آئیگا
کہ جلوس میں شرکت کریں گے جیسے کہ بعض ان کے سیاسی راہنما سیاست
کی وجہ سے شریک بھی ہو جاتے ہیں۔[1]

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے مذہب و مسلک کے پابند نہیں یہ صرف ضرورت
دنیویہ کے پابند ہیں پہلے میلاد شریف کرنا ان کے نزدیک گناہ تھا اب وہ
جائز ہو گیا سنیوں نے عوام کے سامنے وہابی و غیر وہابی کی پہچان کے لئے جلوس
کا عمل شروع کیا تاکہ حق و باطل کا امتیاز ہو۔

سوال:

جلوس میں غیر مشروع امر سرزد ہو جاتے ہیں فلہذا اس سے بجائے

[1] چنانچہ بہاولپور کے جرے میاں قاضی عظیم الدین دیوبندی خطیب جامع مسجد الصادق نے
اس سال [illegible]ھ میں ہمارے ساتھ جلوس ربیع الاول کے افتتاح صدارت کی اور تقریر بھی فرمائی۔
اویسی غفرلہ

ثواب کے گناہ ہوگا۔

جواب:

وہ کونسی تقریب ہے جس میں معمولی کمزوری کیوں نہ آجائے۔ آج کل
مدارس کی حالت دیکھئے کہ اس میں بہت امور نامشروع واقع ہو جاتے
ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مدارس کو بند کر دیا جائے یا غیر مشروع امور
سرزد نہ ہوں، اگر ہمارے منشاء کے خلاف اور بے خبری میں کسی سے کوئی غلطی
ہو جائے تو اس کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی جیسے مقتدی کی غلطی کا خمیازہ
امام کو نہیں بھگتنا پڑتا۔ ہم بھی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں تاکہ غیر مشروع
امور سرزد نہ ہوں۔ اگر تمہیں دین کا درد ہے تو جلوس میں شرکت فرما کر
ان غلطیوں کو زائل کریں۔

سوال:

اس میں اسراف ہوتا ہے اور تضییع اوقات بھی کہ لوگ بلاوجہ
زائد از ضرورت خرچ کرتے ہیں اور تضییع اوقات سوا۔

جواب:

سبحان اللہ! دل کی بھڑاس نکالنے کا بھی کوئی طریقہ چاہئے بہت
بڑا افسوس ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں مسلمان نذرانہ عقیدت
پیش کرے اور تم اسے اسراف اور تضییع اوقات سے تعبیر کرو، بھلا بتائیے
کہ جلسہ تبلیغی یا دیگر کانفرنس میں آپ کی جماعت کتنا خرچ کرتی ہے
اس کو آپ ثواب اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تبلیغ دین ہوگی اور یہاں

بھی اس کو ثواب اس لئے کہوں گا کہ اس میں محبت نبوی میں اضافہ ہوگا جو اصل دین ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (متفق علیہ)

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ماں باپ، اولاد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے (بخاری)

فائدہ

اعمال کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے اور یہ بھی ہے کہ شاید ریا و سمعہ کی صف میں نہ آجائیں لیکن محبت نبوی ایسا ایسا جب ہے کہ المرء مع من احب " (بخاری) قیامت میں ہر مرد اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہے بنا بریں حضور علیہ السلام کی محبت میں ان امور میں عمل سے اعمال ضائع ہونے کے بجائے برکت ہی برکت ہے، باقی رہا تضییع اوقات کا سوال، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر محبت نبوی میں ایسا فعل تضییع اوقات میں شامل ہے تو پھر دین کا کوئی عمل مفید نہیں کیونکہ ہر دینی عمل صرف محبت نبوی کے تعلق کی وجہ سے کیا جاتا ہے اگر اس تعلق سے بے تعلق ہو کر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل اس کے منہ پر مارا جائے گا۔

سوال:

جہاں جہاں تم چکر لگاتے ہو وہ مقامات نجس ہوتے ہیں فلہذا درود و سلام کہیں پاک جگہ پر ہونا چاہئے۔

سبحان اللہ! کیسے پاک فطرت ہیں آپ کیسے شیخ بخاری بن کر

ہیں شاندار مشورہ دیتے رہتے ہیں، کیا جناب کو مسئلہ نہیں کہ زمین سورج کی گرمی سے پاک ہو جاتی ہے۔ منیہ سے لے کر شامی تک تمام فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر جناب حکومت کی توجہ سے بے خبر ہیں کہ جہاں جلوس کا گذر ہوتا ہے جلوس سے پہلے وہ راستے ایسے صاف و شفاف نظر آتے ہیں کہ شیشہ کی کیا مجال حکومت رات و رات جھاڑو اور چھڑکاؤ کا انتظام کر دیتی ہے۔ اور غلط فہمی بھی کیسی کہ ہم صلوۃ و سلام پڑھنے والے جلیبوں، کاروں، اور تانگوں پر اور گھوڑوں پہ سوار ہوتے ہیں اور وہ جگہیں ہمارے نزدیک نجس نہیں جناب کا دماغ نجس ہے۔

سوال:

تمہارے ہر سال جلوس نکالنے سے لوگ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ شاید یہ فعل واجب ہے۔ اور کسی مستحب یا مباح امر کو ضروری سمجھنا گناہ عظیم ہے فلہذا اس سے بچنا چاہئے۔

جواب:

اس وہم کا ازالہ جناب جو روزانہ کرتے ہیں کہ جلوس نکالنا حرام ہے اب عوام کیسے اسے ضروری سمجھیں گے ہاں ہم تو تحریروں میں اور تقریروں میں خلوت جلوت میں اپنے حلقۂ احباب سے تلقین کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بحمدہ تعالیٰ ہمارے سنیوں میں سے آج تک کسی ایک مسئلہ کو فرض یا ضروری کسی نے نہیں سمجھا یہاں تک کہ میلاد شریف اور عرس اعراس بڑی دھوم دھام سے سالانہ ہر جگہ ہوا کرتے ہیں کسی ایک نے ان اعمال کو آج تک فرض یا ضروری

نہیں سمجھا البتہ آپ کو اس کی فکر ہے تو آپ اس کی تبلیغ یوں کریں کہ یہ امر مستحب ہے حرام نہیں، جائز ہے گناہ نہیں۔

اتنے سوالات میرے کانوں تک سننے میں آئے اگر میرے اس رسالہ کے چھپنے کے بعد کسی صاحب نے تردید کے لئے قلم اٹھایا اور مزید سوالات کئے تو پھر انشاء اللہ کچھ اور لکھا جائے گا۔ فی الحال جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے اتنا کافی ہے۔

اضافہ طبع دوم

سوال:

جلوس نبوی شیعوں کے جلوس ماتمی سے مشابہت ہے اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس فعل کو غیروں سے مشابہت ہے اس کا ترک ضروری ہوتا ہے۔

جواب:

اسے کہتے ہیں چوری کا سینہ زوری۔ کون نہیں مانتا کہ غیروں سے مشابہت ناجائز ہے لیکن یہ تمہیں کس نے کہا ہے کہ جلوس نبوی کو جلوس ماتمی سے مشابہت ہے جبکہ علم معانی کا مسلم قانون ہے کہ اشیاء متضادہ میں مشابہت یا تشبیہ ثابت نہیں ہوتی یعنی یہ کبھی نہیں ہوا کہ دن کو رات سے اور نور کو ظلمات سے اور وجود عدم سے تشبیہ دی گئی ہو اسی طرح خوشی کو رنج اور غم و الم سے۔ اب وہابی دیوبندی تعصب کی پٹی اتار کر سوچیں کہ جلوس نبوی فرحت و خوشی کا ہے اور ماتمی

جلوس غم و الم کا اور خوشی و غم میں تضاد ہے فلہذا تشبیہ ثابت نہیں جب سرے سے ان دونوں جلوسوں میں تشبیہ ہے ہی نہیں تو پھر عدم جواز کا سوال ہی نہ رہا۔

(نکتہ) وہابیوں دیوبندیوں کو نبی دشمنی میں ہر سوال سطحی طور اٹھتا ہے اس کی حقیقت اور گہرائی سے ہمیشہ محروم رہ کر سوال کر دیتے ہیں اور یہ ان کی عام عادت ہے۔ ہمارے تمام عقائد و مسائل پر ان کے سوالات کی یہی حالت ہے۔ یہاں بھی کچھ ایسے ہی ہوا۔ دوسرا یہ کہ ان کی ایک گندی عادت یہ ہے کہ عوام کو اہلسنت سے بدظن کرنے کے لئے ہر طرح کے غلط سلط الزام لگانے سے دریغ نہیں کرتے جب دیکھا کہ اہلسنت کے جلوس نبوی کے ذریعہ اسلام کی ترقی ہو رہی ہے تو عوام میں منافرت پھیلانے پر جلوس نبوی کو جلوس ماتمی سے تشبیہ دیدی۔ اگرچہ ان کی اس تشبیہ سے ان کا اپنا ایمانی نقصان ہے لیکن اس کا خطرہ اسے ہوتا ہے جس کا ایمان ہو جس کا ایمان ہی سرے سے نہیں ٹھکانے لگ چکا ہو اسے اس طرح کی تشبیہات دینے میں کونسا خطرہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہابی دیوبندی فرقہ گستاخی نبوت میں اول نمبر کے استاد واقع ہوئے ہیں۔

دھوکہ اور عجیب و غریب حکایت

یا انہیں اس تشبیہ میں لفظ جلوس سے انہیں دھوکہ ہوا ہے اور اس طرح کے دھوکہ جات میں پڑنا ان کی طبعی عادت ہے اور ان جیسے ہمیشہ اس طرح کے دھوکوں میں پڑتے رہتے ہیں چنانچہ شروع میں جب ریل گاڑی چلی ہے تو کسی دیہاتی کو کہیں جانا تھا تو کسی سے گاڑی کے متعلق

استفسار کیا تو سمجھایا گیا کہ وہ کالے رنگ کی ہوتی ہے اور انجن سے دھواں نکالتی ہوئی اسٹیشن پر پہونچے گی۔ دیہاتی یہ نقشہ جاکر اسٹیشن پہونچا تو دیکھا کہ بابو سیاہ لباس میں ملبوس، سگریٹ کے کش در کش لگا کر منہ سے خوب دھواں نکال رہا ہے۔ دیہاتی نے اسے گاڑی سمجھ کر اس پر سوار ہو گیا بابو چلایا لیکن دیہاتی کب چھوڑتا۔ الٹا کہتا کہ جب تم ٹکٹ کے پیسے پہلے وصول کر چکی ہے اب چیختی چلاتی کیوں ہے۔ اگر اسٹیشن کے ملازمین اس بابو کی جان نہ چھڑاتے تو دیہاتی بابو کی جان لے کر چھوڑتا جیسے اس دیہاتی کو سیاہ لباس اور سگریٹ کے دھوئیں نے دھوکہ دے دیا ویسے ہی ان کی ذہنیت کند پڑ گئی۔ اور اپنے نبی علیہ السلام کی گستاخی کی نحوست سے اصول شرعیہ کا پاس نہ رکھ سکے۔

سوال۔

چونکہ اصول شرعیہ تمہارے نزدیک صرف چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع قیاس۔ تمہارے جلوس کو ان چاروں اصولوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

جواب۔

مشہور ہے کہ جب خدا عقل لیتا ہے تو حماقت آ ہی جاتی ہے۔ کچھ یہی مثال وہابیوں پر بھی صادق آتی ہے اس لئے کہ جلوس نبوی قیاس کے قاعدہ میں داخل ہے۔ جبکہ ہم نے گذشتہ اوراق میں ثابت کر دیا ہے کہ جلوس سے مقصود اظہار مسرت برائے ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہیئت کذائیہ جلوس نکالنا اظہار شان و شوکت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ دونوں باتیں احادیث سے ثابت ہیں۔ پہلا امر از حدیث ابولہب ثانی از حدیث

ابو سفیان، اور یہ ہر دو حدیثیں پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

سوال۔

تم تو مقلد امام ابو حنیفہ ہو اور مقلد کا کام ہے کہ وہ صرف اپنے امام کی تصریحات کا پابند ہو جیسے تم نے تقریر فرمائی ہے اس سے تو مقلد نہ رہے بلکہ مجتہد ہو گئے کیونکہ تم نے تقریر بالا سے احادیث مذکورہ کو مقیس علیہ اور جلوس کو مقیس بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ غلط محض ہے اس لئے کہ جو کام مجتہد کا تھا وہی تم نے کر دکھلایا اور ادھر کہتے ہو کہ اس وقت اجتہاد کا دروازہ بند ہے

جواب۔

اس اعتراض نے وہابی سے الٹا اپنی بیوقوفی اور جہالت کا ثبوت دیا ہے ورنہ ادنیٰ سمجھ دار بھی جانتا ہے کہ ہم ہر مسئلہ میں امام صاحب کی تصریح کے محتاج نہیں بلکہ ان کے استنباط کے قاعدہ وضابطہ کے محتاج ہیں جسے ان کے تلامذہ اور مقلدین نے واضح فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری فقہ حنفی کے اکثر مسائل میں امام صاحب کے اقوال کی تصریحات نہیں بلکہ ان کے استنباط کے قواعد وضوابط کا ظہور ہے۔ اس سے وہابی کا دوسرا خبط بھی زائل ہو گیا کہ تم خود مجتہد ہو گئے ہم مجتہد نہیں بلکہ ان مجتہدین کے اصول اور قواعد وضوابط کے علل واسباب کو دیکھ کر نیا پیدا شدہ مسئلہ کے لئے استدلال کرتے ہیں اور سنت ہے جو صرف ہم اہلسنت کو نصیب ہے جس سے تم محروم رہے اور انشاء اللہ تا قیامت تک محروم رہو گے

سوال۔

تم خود اپنے اصول گھڑتے ہو اور پھر اپنے اصول سے بہکے بہکے پھرتے

ہوا دلائل تو استدلال صرف کتاب وسنت سے ہوتا ہے اجماع وقیاس کا اضافہ تمہارا خانہ ساز ہے۔ پھر اس پر اکتفا نہیں بلکہ تم جلوس نکال کر ایک جواب یہ بھی دیتے ہو کہ چونکہ دیگر تمام ادیان باطلہ اپنے مقتداؤں کی یاد میں یا کسی اپنے لیڈر کے لئے جلوس نکالتے ہیں فلہذا ہمیں بھی جلوس نکالنا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ تمہارا ایک پانچواں اصول بھی ہے، وہ ہے غیروں کی دیکھا دیکھی حالانکہ غیروں کی دیکھا دیکھی سے عمل کرنا الٹا گناہ بلکہ بسا اوقات وہ کفر تک پہونچا دیتا ہے

جواب:

پتہ تو چلا کہ آنجناب وہی ہیں کہ جنھیں اہل اسلام نے دھتکار یعنی خارجی وہ بھی اجماع وقیاس کے منکر تھے اور آپ بھی آپ کو خارجیت کی مسند سنبھالنے کی وراثت مبارک۔ اور جلوس نبوی دیکھا دیکھی پر مبنی نہیں بلکہ عشق ومحبت کی چنگاری کا شعلہ ہے جو صرف ہمیں نصیب ہوا اور تم اشاد عاکرتے ہو کہ یہ دولت تمہیں نصیب ہو۔ ہمیں نصیب نہ ہو۔ ع نصیب اپنا اپنا، قسمت اپنی اپنی

خاتمہ

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے متعلق تمام مسائل مختلف فیہا میں ایک قاعدہ یاد رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ آپ کے فضائل ومناقب جتنا اور جیسے اور جس طرح کے جائیں فلاح وسعادت ہے بلکہ شامل عبادت رحمن ہے چنانچہ مروی ہے ذکر الانبیاء والمرسلین عبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ یعنی انبیاء ومرسلین کا ذکر عبادت اور نیکوں کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے

قال الشیخ حدیث حسن لغیرہ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاذ رضی اللہ عنہ کذا فی الجامع الصغیر ص ۱۹ ج ۲ والفتح الکبیر للنبہانی ص ۲ ج ۲ فیض القدیر ص ۳۶۳ ج ۳ والسراج المنیر ص ۲۹۹ ج ۲ وغیرہ وغیرہ۔

ازالۂ توہم

یہ صرف بدگمانی پر مبنی ہے کہ حضور علیہ السلام کی تعریف وتوصیف میں شرک نہ پیدا ہو جائے، یہ ایک وہم فاسد وظن کاسد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ہم سب قائل ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ پھر شرک کیا علاوہ ازیں علماء محققین رحمہم اللہ صدیوں پہلے فیصلہ فرما گئے ہیں کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نہ کہو باقی جو کچھ کہوگے بہت کم ہوگا۔ اور آپ کی ذات اقدس کے متعلق آداب وتوصیف کی جتنی راہیں نکالی جائیں اس سے ثواب ملتا ہے، چنانچہ اسلاف بالخصوص امام مالک رضی اللہ عنہ کے چند واقعات ملاحظہ ہوں کہ انہوں نے آداب مصطفویہ میں کتنے نئے طریقے نکالے۔ ان پر آج تک بدعتی ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ تمام امت نے ان کی ایسے آداب پر توصیف وتعریف فرمائی ہے۔

مصعب ابن عبد اللہ نے فرمایا کہ امام مالک کا دستور تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث پاک بیان کرتے تو وضو کرتے کنگھا وغیرہ کرکے تیار ہوتے اور مخصوص کپڑے پہنتے پھر حدیث بیان فرماتے۔ اس اہتمام کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، مطرف نے فرمایا جب لوگ امام مالک کے پاس حاضر ہوتے، لونڈی

ان کی طرف جاتی اور ان سے کہتی کہ شیخ امام مالک فرماتے ہیں حدیث سننے کا ارادہ ہے یا مسائل فقہی پوچھتے ہیں۔ اگر وہ جواب دیتے کہ مسائل پوچھتے ہیں، آپ فوراً باہر تشریف لاتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث پاک کے لیے آئے ہیں تو آپ غسل خانہ میں داخل ہوتے، غسل فرماتے خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے پہنتے اور جبہ پہنتے اور عمامہ باندھتے اور اپنے سر پر چادر اوڑھتے اور آپ کے تخت بچھایا جاتا تو بعد تشریف لاتے اور اس پر بیٹھتے اس حالت میں کہ آپ پر خشوع طاری ہوتا اور حدیث پاک سے فراغت تک خوشبو کی دھونی دیتے رہتے۔ مطرف کے غیر کی روایت ہے کہ آپ اس تخت پر بغیر بیان حدیث کے تشریف نہ رکھتے ابن ابی اویس نے کہا کہ اس بارہ میں امام مالک سے بات چیت کی گئی۔ فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں حضور کی حدیث کی تعظیم کروں اور پاک صاف ہو کر تمکین و وقار سے حدیث بیان کروں۔ ابن ابی اویس نے فرمایا کہ امام مالک راستہ میں یا کھڑے ہو کر یا جلدی میں حدیث بیان کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

ہشام بن انصاری نے امام مالک سے حدیث پوچھی اس حالت میں کہ وہ کھڑے تھے تو امام مالک نے اس کو بیس کوڑے لگائے۔ پھر اس پر شفقت کی اور اس کو بیس حدیثیں سنائیں تو ہشام نے کہا کہ مجھے یہ بات پسند تھی کہ مجھے کوڑے زیادہ لگاتے اور حدیثیں زیادہ سناتے

صفیہ بنت بحرہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ ابو محذورۃ کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا گچھا تھا جب بیٹھتے اور اسے لٹکاتے تو زمین تک پہنچتا ان سے کہا گیا کہ اسے منڈواتے کیوں نہیں فرمایا میں ان بالوں کو نہیں منڈاتا جن کو حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مس کیا حضرت ابن عمر کو دیکھا گیا کہ

منبر رسول کی نشست گاہ نبی پر ہاتھ رکھ کر اپنے منہ پر ملتے اسی لیے امام مالک مدینہ منورہ میں جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے میں اللہ سے شرماتا ہوں اس بات میں کہ اس پاک مٹی کو اپنی سواری کے کھروں سے روندوں جس مٹی میں حضور آرام فرما ہیں۔ ابو عبدالرحمن سلمی نے احمد بن فضلویہ سے حکایت بیان کی (جو بہترین غازی اور بہترین تیر انداز تھے) انہوں نے فرمایا میں نے اس مخصوص کمان کو کبھی بے وضو ہاتھ نہیں لگایا جب سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نے اس کمان کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ امام مالک نے اس شخص کے متعلق فتویٰ دیا جس نے مدینہ شریف کی مٹی کو ردی کہا کہ اسے تیس کوڑے لگائے جائیں اور اس کے قید کرنے کا حکم دیا۔ اور حکایت بیان کی گئی ہے کہ جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان سے حضور کا عصا لیا اور گھٹنے پر رکھ کر توڑنے لگا تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں تو اتنی بے ادبی کی وجہ سے اسے گھٹنے میں آکلہ کا مرض پیدا ہو گیا اس نے گھٹنہ کاٹ ڈالا اور ایک سال سے پہلے پہلے مر گیا

ان روایات کو غور سے پڑھیے کہ ان حضرات نے آداب نبوی میں جو طریقے نکالے وہ کس آیت میں ہیں یا کس حدیث میں صراحۃً لکھا گیا ہے کہ آداب میں یوں کرو یہ کرو اور وہ کرو۔

یاد رکھئے کہ یہ صرف امام مالک یا صرف ائمہ مذکور تک محدود نہیں بلکہ اسلاف میں ہر ایک کا یہی طریق رہا ہے

پھر لطف یہ ہے کہ علماء کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کی حد بندی کا سلسلہ بھی منقطع کر دیا ہے جبکہ کوئی امتی اپنے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نہیں مانتا پھر اس کے لائق ہے کہ جتنا مدح و ثنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرے جائز ہے بلکہ اس بارہ میں دلیل کے درپے ہونے والا بدبخت

اور بے نصیب ہے۔ چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اس موضوع کو تفصیل سے لکھا ہے۔ فقیر نے اپنی تفسیر اویسی میں اسے نقل کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے شرک کا وہم کسی گندے دماغ میں ہوگا ورنہ یہیں تو امام بوصیری قدس سرہ نے قاعدہ بیان فرما دیا ہے کہ ؎

دع ما ادعتہ النصارٰی فی نبیہم
واحکم ما شئت

اور نہ ہی آپ کے متعلق کسی بدعت کا خیال کیا جا سکتا ہے۔ صرف گندم نما جو فروش لوگوں کا کام ہے کہ ہر بات پہ شرک و بدعت کا فتویٰ لگاتے پھرتے ہیں۔ اس موضوع پر فقیر کی تصنیف العصمۃ عن البدعۃ کا مطالعہ کیجئے۔

اس رسالہ کو یہاں ختم کر کے عرض کرتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم الرؤف الرحیم وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واہل بیتہ اجمعین

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

دار الحدیث جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

۸ رجب ۱۳۹۴ھ بروز ایمان افروز دوشنبہ مبارک

